

شینل کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت

الاستفتاء

محترم و مکرم جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! بعد از سلام عرض ہے کہ میں ضلع مردان کے گاؤں غلہ ڈھیر کا ایک باشندہ ہوں۔ مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ چائنہ کی ایک کمپنی ہے جو شینل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کمپنی ایک مشین فروخت کرتی ہے۔ کمپنی کا دعویٰ ہے کہ اس مشین سے ۱۷۰ بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ اس کمپنی کے کاروبار کا طریقہ کچھ یوں ہے۔ یہ مشین عام بازار میں سستے داموں ملتی ہے مگر کمپنی والوں نے اس کی قیمت 10000 دس ہزار روپے مقرر کئے ہیں۔ گاہک اس مشین کو 10,000 روپے اس طرح خریدتا ہے کہ 6500 روپے نقد دیتا ہے اور 3500 روپے اسکے ذمے قرض رہتا ہے اس قرض کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ اس آدمی کو کمپنی کا ممبر کہا جاتا ہے۔ یہ آدمی اب دو اور آدمیوں کو مشین خریدنے کیلئے تیار کرے گا جب وہ دو آدمی مشین خرید لیتے ہیں۔ تو اس پہلے والے شخص (ممبر) کو دونوں میں سے ہر ایک کے بدلے (۱۰۴۰) ایک ہزار چالیس روپے کمیشن دیا جاتا ہے۔ جو دونوں کے (۲۰۸۰) دو ہزار اسی روپے بنتے ہیں۔ چونکہ یہ آدمی کمپنی کا مقروض ہوتا ہے۔ تو کمپنی حساب و کتاب کر کے اس کے کمیشن سے قرضہ پورا کرتی ہے۔ پھر آگے یہ دو آدمی بھی الگ الگ دو دو آدمی تیار کرتے ہیں۔ تو ان کو (۱۰۴۰) ایک ہزار چالیس روپے فی آدمی ملتے ہیں۔ لیکن پہلے والے صاحب (ممبر) کو بھی ان کے تیار کردہ آدمیوں سے فی آدمی (۲۴۰) دو سو چالیس روپے کمیشن ملتا ہے۔ تو اس طرح ان چار آدمیوں کی نسبت سے (۹۶۰) نو سو ساٹھ روپے پہلے والے ممبر کا کمیشن بن جاتا ہے اور اس طرح یہ ہر آدمی اپنے پیچھے دو آدمی لگائے گا اب جب پہلے والے صاحب کے پیچھے (۶) آدمی پورا ہو جائیں تو اب یہ پہلا والا صاحب ایک اور آدمی تیار کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کو (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن دیا جائے گا۔ اور اب یہ آدمی اپنے پیچھے دو آدمی لگائے گا۔ اور اس طرح وہ دو اور دو آدمیوں کو تیار کریں گے۔ تو پہلے والے

صاحب (ممبر) ہر ایک کے بدلے میں (۸۰۰) آٹھ سو روپے ملیں گے۔ اور یہ لامتناہی سلسلہ چلتا رہے گا۔ اسی طرح پہلے والے صاحب نے جو آدمی سب سے پہلے تیار کیے تھے تو جب وہ آدمی چھ افراد پورا کر کے (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن کیلئے افراد تیار کریں گے۔ تو ان پہلے والے صاحب کو ان کے تیار کردہ افراد اور پھر ان کے تیار کردہ افراد کے ہاتھوں اور تیار شدہ افراد کے بدلے فی آدمی (۲۴۰) دو سو چالیس روپے ملیں گے اس طرح جب یہ میزان (۳۰) تک پہنچ جائے گا تو پہلے والے صاحب کو (۲۰۰۰۰) بیس ہزار روپے نقد اور ایک موٹر سائیکل دو رات بڑے ہوٹل میں قیام اور کمپنی کی طرف سے لیگل ٹریننگ بطور انعام دیا جائے گا۔ پھر اور آگے چل کر جب تعداد (۳۰۰) یا کچھ اوپر ہو جائے تو ایک موٹر کار جسکی قیمت (۱۰۰۰۰۰) دس لاکھ ہے اور کچھ نقد انعام بھی ملے گا اور ساتھ ساتھ کمیشن ہر پندرہ دن بعد اسکو ملتے رہیں گے۔ نقشہ اسکا کچھ اس طرح ہے۔

لہذا جب چھ آدمی تیار کرنے کے بعد زید نے سلطان کو تیار کیا۔ تو اب (۸۰۰) آٹھ سو روپے کمیشن ملے گا اور اس کے بعد سلطان کے پیچھے لامتناہی جتنے آدمی لگیں گے۔ ۸۰:۸۰ روپے فی آدمی زید کو ملتا رہے گا۔ جب عمر اور بکر کے پیچھے چھ آدمی مکمل ہو گئے۔ تو اب عمر اور بکر نے جاوید اور ساجد کو تیار کیا اور پھر جاوید اور ساجد کے پیچھے جتنے آدمی لگے تو فی آدمی عمر اور بکر کو (۸۰۰) روپے ملیں لیکن زید کو بھی فی آدمی (۲۴۰) روپے ملیں گے۔ اور اس طرح جب (۳۰) ممبران پورے ہو جائیں تو زید کو (۲۰۰۰۰) ہزار نقد ایک موٹر سائیکل بڑے ہوٹل میں دو رات قیام اور لیگل ٹریننگ بطور انعام دیا جائے گا اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ جہاں تک مجھے معلومات ہے تو کمیں زیادہ تر دیندار طبقہ پھنسا ہوا ہے اور اس کی وجہ غالباً جواز کے وہ فتاویٰ ہیں جو اس کمپنی کے لین دین کے جواز پر جاری ہو چکے لہذا آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا شریعت کی رو سے یہ کاروبار جائز ہے یا ناجائز؟ مسئلے کی وضاحت فرما کر اللہ تعالیٰ سے اجر حاصل کریں۔ مستفتی: سید امیر شاہ ولد سید حافظ قدیم شاہ (مرحوم) گاؤں غلہ ڈھیر ضلع تحصیل مردان

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب وبالله التوفيق

اسلام نے اقتصادی نظام کے چلانے اور اس کو کامیاب اور موثر طریقے سے آگے بڑھانے کے لئے جو اصول تجارت اور اجارہ کی جو صورتیں مقرر کی ہیں ان اصول کے تحت ان معاملات کو مشروع کرنے کی اصل حکمت اور فلسفہ یہ ہے کہ جو روپیہ، پیسہ موجود ہو وہ گردش میں رہے اور اسی گردش سے حقیقی اثاثے اور خدمات وجود میں آئیں اور اس سے صحت مند معاشی سرگرمیاں جنم لیں، اصول اس لئے بھی وضع ہیں کہ سال چند اقسام میں منجمنہ ہو۔ اور اسی

سے دھوکہ، فریب یا کسی دوسرے حرام طریقے سے مال کمانے کے دروازے بھی بند ہو جائیں اس لئے جو مال ظاہری ہیرا پھیری سے کمایا جاتا ہے شریعت مقدسہ نے اسکو حرام قرار دیا ہے۔ مال و دولت کے حرص و لالچ نے انسان کے دل و دماغ پر ایسا جنون طاری کر دیا ہے کہ وہ حلال و حرام کی پرواہ کئے بغیر مال کمانے کے درپے ہے اور اس کے حصول کیلئے نئی نئی شکلیں اور مختلف صورتیں ایجاد کر دیتا ہے، کبھی اسٹیٹ لائف انشورنس کے ذریعے مال کمانے کا طریقہ لوگوں کے سامنے کر دیتا ہے اور کبھی پرائز بانڈ اور پرائز نمبروں سے لوگوں کے اموال کو لوٹتا ہے اور کبھی لکھی انعامی اسکیم اور سیفوزی انعامی اسکیم کے وجود کو پروان چڑھاتا ہے۔ اور آج کل گزشتہ طرق اکتساب کی طرح ہینل کمپنی اور پرائم بینک کے نام سے نئے روپ میں اکتساب مال کا ذریعہ پیش کیا ہے۔ دور حاضر میں مسلمان ویسے بھی دین کے ہر شعبہ میں سستی اور غفلت کے شکار ہیں اور خصوصاً معاملات کے بارے میں تو اس درجہ کو پہنچ چکے ہیں کہ اس کو تو دین کا جزو ہی نہیں سمجھتے اس لئے آج کل مسلمان ان معاملات کا ارتکاب اس لئے کرتے ہیں جیسا اسلامی تعلیمات کے منکرین کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مال و دولت کا یہ حرص انسان کو تباہی کے گھرے میں ڈال دیتا ہے، اس حرص کی ایک کڑی، ہینل کمپنی کا لین دین بھی ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں مختلف فتاویٰ جات مختلف دارالافتاؤں سے جاری ہو چکے ہیں۔ جو بظاہر متعارض ہیں۔ بعض جواز کے فتاویٰ نے بہت سارے متدین حضرات کو بھی اس کمپنی کے ممبر (رکن) بننے کیلئے جواز فراہم کر دیا ہے۔ لیکن فتاویٰ کا یہ تعارض کمپنی کے ظاہری بیان نے پیدا کیا ہے۔ جو اس کمپنی والے لوگ حضرات مفتیان کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں جسمیں بیع ادھار کی صورت میں زیادہ رقم لینے اور ممبر پیدا کرنے کی صورت میں اس کی سعی و کوشش کے بدلے اجرت دینے کی صورتیں شامل ہیں اس طرح بعض مواقع پر اپنے بعض ممبران کو انعام کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور کمپنی کے ممبران والہا کہ حقیقت کو اپنے رانوں کے نیچے دبا کر حضرات مفتیان کرام سے جواز کا فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں، اس قسم کے ایک استفتاء کا جواب دارالافتاء جامعہ خلفاء راشدین ماٹری پور جو کراچی سے شائع ہوا تھا اور اس پر استاد محترم حضرت مولانا مفتی نظام الدین دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب زید مجددہم کے تصویبی کلمات بھی درج تھے، بندہ کے پاس آیا تھا، چونکہ جواب بالکل عین استفتاء کے مطابق تھا اس لئے حضرت الاستاذ پر اعتماد کرتے ہوئے اس ناچیز نے بھی اس جواب کی تصدیق کر دی مگر بعد میں جب اصل صورتحال پر آگاہ ہوا تو اسی وقت دوسرے استفتاء کے جواب میں اس تصویب سے رجوع کیا اور ایک اہم مجلس میں بندہ نے حضرت مفتی صاحب سے خود بھی اس مسئلہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس تصویب سے رجوع کیا ہے، اس لئے ان تصویبات کو قابل قبول نہ مانا جائے اسکے علاوہ جو فتاویٰ جواز میں جاری ہو چکے ہیں اس سے اسکی اصلیت نہیں بدل سکتی اور نہ بعض صورتوں کے جواز سے کل صورتوں کا جواز ثابت ہو سکتا ہے اصل میں اس کمپنی کے دوبار میں اسٹیٹ لائف انشورنس کی طرح کئی خرابیاں موجود ہیں جنکی وجہ سے اس کا روبرو کو جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

پہلی خرابی: شینل کمپنی کے کاروبار میں بنیادی خرابی یہ ہے کہ کمپنی کا یہ لین دین اسلامی تجارت کے اصول و مقاصد کی خلاف ورسی میں سرمایہ چند ہاتھوں کی طرف تشکیل ہوتا ہے جو کہ وصول الی الحرام (اکتزاز دولت) کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس لئے اسلام نے معاشی نظام کے اس تباہ کن ذریعہ سے منع فرمایا ہے اور ذریعہ کے اپنانے والے کو ملعون کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ”لا یختکر الا خاطی“ رواہ الترمذی باب ما جاء فی الاحتکار (ابوداؤد، ترمذی کتاب البیوع)

دوسری خرابی: یہ ہے کہ شینل کمپنی کا طریقہ کار تجارت کی نیت سے نہیں بلکہ دولت کمانے کی غرض سے ہے ورنہ یہ ہیلیٹھ مشین بازار میں عام طور پر دستیاب ہوتا ہے اور ہر ایک کی رسائی اس تک ممکن ہوتی مگر یہاں ایسا نہیں، حقیقی بیمار بھی مہنگے داموں شینل کمپنی کے دفتر سے خریدے گا جبکہ اس کے مقابل اس مرض کے لئے استعمال ہونے والی یہی مشین عام بازار میں بہت ہی کم قیمت پر دستیاب ہے اور شینل کمپنی اس طریقہ پر اسی مشین کو غالی قیمت پر فروخت کرتی ہے تو اس سے لازماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ طریقہ صرف دولت کی کمانی کے لئے ایک حیلہ ہے جو بظاہر تجارت کے مشابہ ہے اور ایسا کرنا اسلام کا فاسقانہ گنگ کے اغراض و مقاصد کے بالکل خلاف ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے اسلامی اصول کے اغراض و مقاصد کے خلاف حیلہ بازی کرنے والے مفتی سے فتویٰ لینے کو منع فرمایا ہے لکھتے ہیں:۔ لا یجوز للمفتی تتبع الحیل المحرمۃ والمکروہۃ وهؤلاء تتبع الرخص لمن أراد دفعه فان تتبع ذالک فسق و حرم استفتاءه (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۵۳۹) تو جب ایسے حیلہ باز مفتی سے فتویٰ لینا جائز نہیں اور نہ ایسے حیلوں کی اتباع جائز ہے تو جو طریقہ کسی معاملہ کے اغراض فاسد کرتا ہو تو پھر اس قسم کے حیلہ باز یوں سے دولت کمانا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اس طرح علامہ سید احمد طحاویؒ نے بھی لکھا ہے ”ویحرم التساهل فی الفتوی و اتباع الحیل و ان فسدت الاعراض“ (طحاوی علی در مختار ج ۳ ص ۱۷۵)

تیسری خرابی: اور اسی طرح یہ بات بھی مخفی نہیں کہ جو لوگ وہاں جا کر مشین خریدتے ہیں ان کا اصل مقصد کمپنی کا ایجنٹ بن کر مقرر کردہ کمیشن اور انعام کے ساتھ کرنا ہے۔ کمپنی کا ایجنٹ بن کر اپنی سعی اور کوشش کے عوض کمیشن حاصل کرنا اگرچہ جائز ہے مگر اس قسم کے عقود کچھ شرائط کے ساتھ مقید ہوتے ہیں جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس قسم کے عقود اسی شرط نہ لگائی جائے جو اس معاملے کا حصہ نہ ہو بلکہ کوئی خارجی چیز ہو اور اس کے ساتھ اس میں ایک طرف یا دونوں کا فائدہ ہو اگر اس میں کوئی ایسی شرط لگائی جائے تو معاوضہ شرع کی رو سے ناجائز ہوگا اور یہاں ایسی شرط موجود ہے اس لئے کہ شینل کمپنی کے ایجنٹ بننے کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص کمپنی کا ایجنٹ بننے سے پہلے کمپنی سے ہیلیٹھ مشین ضرور خریدے گا ورنہ کمپنی اس کو اپنا ایجنٹ تسلیم نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ مشین خریدنا تو اس معاملے کا حصہ ہے کہ معاملہ اس پر موقوف ہو اور معاملہ اس کا تقاضہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ کمپنی کا اس میں فائدہ بھی ہے۔

چوتھی خرابی: یہ ہے کہ شینل کمپنی کا یہ کاروبار بغیر ادھار کے نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ کمپنی والے اپنے ممبر سے اس ادھار کے بدلے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہیں اس کمپنی کے ممبر کا قرض اس وقت ادا ہوتا ہے۔ جب وہ دو افراد کو کمپنی ممبران بنائے اور پھر ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے دو افراد کو ممبران بنائے گے تو اس قرض معاملہ کی وجہ سے کمپنی اپنے ان قرضدار ممبران سے کافی فوائد حاصل کرتی ہے، شریعت مقدسہ کی اصطلاح میں قرض کا ایسا معاملہ سود کے زمرے میں داخل ہوتا ہے۔ ”عن علیؑ امیر المؤمنین مرفوعاً کل قرض جر نفعاً فہو ربا“ (اعلاء السنن ۱۴/۵۱۲)

بلکہ مشکوٰۃ المصابیح میں روایت ہے کہ ”ان اقرض احدکم قرضاً و اھدی الیہ او حملہ علی الدابة فلا یر کبھا ولا یقبلھا الا اذا جری بینہ و بینہ قبل ذالک (مشکوٰۃ ۱/۲۴۶)

اسی طرح حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ وعن عطاء کانوا یکرھون کل قرض جر منفعة (اعلاء السنن ۱۴/۵۱۴) ان تمام روایات سے سود کی حرمت اور قرض کی وجہ سے فوائد حاصل کرنے کی ممانعت بالکل واضح ہے اور علامہ عثمانی مزید وضاحت کے لئے فرماتے ہیں فلا یحل اقرض شیئ لیرد الیک اقل ولا اکثر ولا من نوع آخر اصلاً وقال الموفق فی المغنی وکل قرض شرط فیہ الزیادة فہو حرام بلا خلاف وقدر وی عن أبی بن کعب و ابن عباس و ابن مسعود انھم ظہروا عن قرض جر منفعة وبالجملۃ فحرمة الزیادة المشروط فی القرض مجمع علیہا لا خلاف فیہا من احد لکنہا منفعة قد جر القرض (اعلاء السنن ۱۴/۵۱۴) اسکے علاوہ کمپنی کے طریقہ کار کے مطابق ان ڈائرکٹ یعنی بالواسطہ ممبران کے بدلے میں جو کمیشن ممبر بالاکولٹی ہے وہ کمیشن اس کے محنت کے بغیر ہوتی ہے جو اجرت الدلال نہیں بلکہ اس پر سود کی تعریف صادق آتی ہے اسلئے کہ ممبر بالابغیر محنت کے بالواسطہ ممبران سے کمیشن کا اپنے آپکو مستحق سمجھتا ہے اور اس کو قانوناً حق حاصل ہے الرباء ہو مجرد کسب من غیر غوض والشرع یحرم اخذ المال ظلماً بغیر حق شرعی (التفسیر المنیر ۳/۹۹) اور علامہ عثمانی نے لکھا ہے الربو فی اللغة هو الزیادة والمراد بہ فی الآیۃ کل زیادة لم یقابلھا عوض (احکام القرآن ۱/۶۲۳) اور علامہ جصاص رازی نے لکھا ہے اصل الربو فی اللغة هو الزیادة وفی الشرع یقع علی معان لم یکن الاسم موضوعاً لھا فی اللغة (احکام القرآن ۱/۴۶۳) اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں ”قال بعضهم ان الله حرم الربو من حیث ان یمنع الناس عن الاشتغال بالمکاسب فلا یتکامن یتحمل مشقة الکسب والتجارة والصناعات الشاقة (تفسیر کبیر) ۷/۹۴ اور فتاویٰ ہندیہ میں سود کی

تعریف لکھی ہے کہ ”ہو فی الشرع عبارة عن فضل مال لا يقابلہ عوض فی معاوضۃ مال بمال (الہندیہ) یہ تمام تعریفات چونکہ بالواسطہ ممبران سے کمیشن پر صادق ہے اس لئے یہ کمیشن بھی سود ہی میں داخل ہے۔

پانچویں خرابی: یہ ہے کہ اس کمپنی کے کاروبار میں رشوت اور قمار کا عنصر پایا جاتا ہے اس لئے کہ ممبر ایجنٹ بننے کی طمع اور لالچ میں مشین کی عام قیمت کی بجائے زیادہ قیمت دیتا ہے جو رشوت کے مشابہ ہے اگرچہ بظاہر اس زائد قیمت (پیسوں) کو اصل قیمت کا حصہ بنایا جاتا ہے رسول اکرم ﷺ نے رشوت کے لین دین کو دخول دوزخ کا سبب بتایا ہے فرماتے ہیں الراشی والمرتشی کلاهما فی النار (الحدیث) اس کے علاوہ ممبر یہ زائد رقم داؤ پر اس لئے لگاتا ہے کہ وہ ہوسکتا ہے کہ وہ دوسرے کو اس کمپنی کا ہک بنا کر کمپنی کو دی گئی رقم سے زیادہ رقم وصول کرے مگر اس میں یہ بھی امکان ہے کہ ممبر کا ہک نہ بنا سکے اور اس کی زائد رقم ڈوب جائے۔ جس کو مخاطرہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ قمار (جوا) کی قسم ہے، علامہ حصارا زئی فرماتے ہیں۔ ”ولا خلاف بین اهل العلم فی تحریم القمار وان المخاطرة من القمار فقال ابن عباس ان المخاطرة قمار وان اهل الجاهلية كانوا يخاطرون على المال والزوجة وقد كان مباحا الى ان ورد تحريمه“ (احکام القرآن ۱/۳۸۸) اس کے علاوہ اس کاروبار میں غریب بھی موجود ہے علامہ کا سائی غرر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں الغر ما يكون مستور العاقبة (بدائع ۳/۶۸) اور فقہاء مالکیہ لکھتے ہیں ”ما تدد بین السلامة والتلف“ (حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الكبير ۳/۲۵) اور علماء شوافع لکھتے ہیں ”کل ما يمكن أن يوجد (حاشیۃ الدسوقی ۳/۲۵)

چھٹی خرابی: پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس معاملہ میں جوادہار ہوتا ہے اس کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہوتا بلکہ یہ قرض اس غیر معینہ اور محمول مدت تک ممبر کے ذمہ ہوتا ہے یعنی جب تک یہ شخص مزید دو ممبر نہ بنا سکے اور جب دو ممبر بنادے تو اس کا قرض اس ممبران کے کمیشن سے ادا ہو جاتا ہے اور اس قسم کا معاملہ عموماً نزاع، لڑائی جھگڑے کا باعث بنتا ہے اس لئے شریعت مقدسہ نے ہر اس معاملہ کو ختم کرنے کا حکم دیا ہے جو مفہمی الی النزاع ہو اور اس قسم کے معاملات کو موجب فساد قرار دیا ہے۔

وفی الذالہدی باعہ بثمان نصفه نقد و نفعه اذار جمع من بلد کذا فهو فاسد (رد المختار ۵/۸۲) اور ہندیہ میں ہے ”وأما شرائط الصحة..... فمنها معلومية الاجل فی البیع بثمان مؤجل فیفسد ان كان مجهولا (الہندیہ)

ساتویں خرابی: یہ ہے کہ ممبر سازی کی اس دوڑ میں جو انعامات مقرر ہوئے ہیں مثلاً موبائل فون، موٹر سائیکل، چین کی سیر اور دیگر سہولیات جو کمپنی کی طرف سے دی جاتی ہیں اس پر انعام کی تعریف صادق نہیں آتی۔

اسلئے کہ انعام دینے والے کی مرضی پر موقوف ہوتا ہے اگرچہ انعام دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور اگر نہ دینا چاہے تو اسے انعام دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جبکہ یہاں انعام دینا کمپنی کی ذمہ داری ہے انعام نہ دینے کی صورت میں ممبر ساز اپنے انعام کو قانون کے ذریعے بھی کمپنی سے وصول کر سکتا ہے۔

آٹھویں خرابی: ممبر سازی کے ان تمام سہولیات اور مناصب کا داران ناجائز منافع اور ناجائز کمیشن پر ہے اور ناجائز کام کیلئے حاصل ہونے والے مناصب بھی چونکہ ان ناجائز کاموں کیلئے استعمال ہوتے ہیں اسلئے ان سہولیات اور مناصب کا اختیار کرنا بھی ناجائز ہے جیسے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے ما حرم اخذہ حرم اعطاءہ کا التبراء و مہرا البغی۔۔۔ تنبیہ ما یقرب من هذا قاعدة ما حرم فعله حرم طلبه (الاشباه والنظائر ۱۸۵ القاعدة الرابع عشر)

نویں خرابی: یہ ہے کہ اس قسم کی کمپنیاں عموماً بڑے سرمایہ داروں کو یہ سرمایہ سود پر دیتی ہیں جو سودی لین دین میں معاونت اور تعاون کے مترادف ہے۔ شریعت مقدسہ کی رو سے تعاون علی الاثم ناجائز و حرام ہے لقولہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (الایۃ)

دسویں خرابی: یہ ہے کہ اس قسم کے کمپنی کا ممبر شپ اختیار کرنا ملکی معیشت کو برابر با کرنا ہے کیونکہ اس ممبر کا سرمایہ اپنے ملک کے بجائے دوسرے ملک منتقل ہو جاتا ہے، چونکہ یہ کمپنی چین کی ہے، اور اس مشین سے حاصل شدہ جملہ سرمایہ چین ہی کو منتقل ہوگا۔ جو ملک کے ساتھ خیانت ہے، اس قسم کی خیانت کی اجازت نہ اسلام دیتی ہے اور نہ ملکی قوانین۔

لہذا ان وجوہات کی بناء پر شینل کمپنی کا ممبر بنکر ان کے کاروبار میں حصہ دار بننا شرعاً ناجائز نہیں۔ اگرچہ بعض جزئیات بظاہر ان کے اس حیلہ باز لین دین کے جواز کا سامان مہیا کرتے ہیں مگر چونکہ اس میں یہ خرابیاں بھی موجود ہیں اس لئے یہاں حرام کو ترجیح ہوگی فقہاء اسلام نے ہر اس جگہ پر حرام کو ترجیح دی ہے جہاں حلال و حرام کا اختلاط ہوا ہو اور اس کے لئے انہوں نے ایک اصولی قاعدہ مقرر کیا ہے کہ (إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام و بمعناہ ما اجتمع محرم و مبیح الاغلب المحرم (الاشباه والنظائر ۱۱۹) اور علامہ ابن نجیم ایک اور مقام پر لکھا ہے۔ (و صرح به فی فتاوی قاری الهدایۃ ثم قال والعقد اذا فسد فی بعضه فسد فی جمیعہ (الاشباه والنظائر ۱۱۷) اسلئے تمام مسلمانوں سے یہی استدعا ہے کہ وہ اس کمپنی کے لین دین اور کاروبار میں شریک ہونے سے اجتناب کریں اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی اس خرابی سے بچائیں۔

هذا ما ظهر لي والله اعلم

مختار اللہ خانی